تصحیح واضافہ شدہ

دوسرا ایڈیشن

# لاک ڈاؤن میں زکوٰۃ صدقہ اور بینک انٹرسٹ سے امداد

دُعائیہ کلمات

مرشد العلماء حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ

رُکنِ شوریٰ دار العلوم دیوبند، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل


تصنیف

مولانا ندیم احمد انصاری حفظہ اللہ

ڈائریکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا



ناشر

الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# دارالمؤلفین

## چینل کا مختصر تعارف

دارالمؤلفین - اردو، فارسی، عربی اور انگریزی- کتب کا ایک بڑا اور نہایت کارآمد ٹیلیگرام چینل ہے۔ جس میں آپ کو سات ہزار سے زائد کتابوں کا عظیم ترین ذخیرہ، ہر موضوع پر الگ الگ فہرستیں، نیز مشہور مصنفین کی الگ الگ فہرستیں آپ کو ملیں گی۔ جیسے:

(1) عقائد و علم کلام
(2) تفسیر
(3) علوم القرآن
(4) احادیث
(5) علوم الحدیث
(6) شروحات حدیث
(7) فقہ
(8) اصول فقہ
(9) احکام و مسائل
(10) بلاغت
(11) منطق و فلسفہ
(12) نحو و صرف
(13) ادب؛ عربی، فارسی، اردو
(14) سیرت رسول اکرم ﷺ
(15) سیرتِ صحابہ
(16) سیرتِ اکابر
(17) تازہ ترین رسائل و جرائد
(18) درس نظامی (مکمل)
(19) درود و دعائیں
(20) رد فرق باطلہ

و دیگر علوم و فنون کی کتب یکجا طور پر موضوع کے تعیین کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں۔

نوٹ:- اپنے ساتھیوں کو چینل میں شامل ہونے کی دعوت دیجئے اور صدقہ جاریہ کی نیت سے دوست و احباب میں ضرور شیئر فرمائیں۔

**☆ نیچے کلک کریں اور جوائن ہو جائیں ☆**

https://telegram.me/darulmuallifeen

## تحسین از سیدی و مرشدی حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری مدظلہ

آپ کا 'رسالہ لاک ڈاؤن میں زکوٰۃ،صدقہ اور بینک انٹرسٹ سے امداد' پورا پڑھا۔ ماشاء اللہ اپنے موضوع پر بہت جامع رسالہ ہے۔ سارے مسائل کو اس میں جمع کرلیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پڑھنے والوں کو اس سے خوب فایدہ پہنچائے۔ آمین

---

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، امابعد:

ان دنوں کرونا وائرس اور لاک ڈاؤن سے پوری دنیا پریشان ہے۔ ان حالات میں کئی اہم سوالات سامنے آئے ہیں۔ اس کتاب میں ایسے ہی چند سوالات کا علمی و تحقیقی جواب قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت سے نوازے اور اپنے بندوں کے لیے زیادہ سے زیادہ نافع بنائے۔ آمین

العبد ندیم احمد انصاری عفی عنہ

۲/ شعبان ۱۴۴۱ ہجری، بروز اتوار

---

### نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی جسیم الدین قاسمی صاحب

مفتی مرکز المعارف، جوگیشوری، ممبئی

حضرت مولانا مفتی محمد حارث پالن پوری صاحب

مفتی مدرسۂ رشیدیہ، جوگیشوری، ممبئی

اس وقت دنیا بھر میں کُرونا وائرس کے سبب لاک ڈاؤن کا ماحول ہے۔ اس کا سب سے زیادہ اور بُرا اثر غریب عوام پر پڑ رہا ہے۔ اُن کی مدد کے لیے بہت سے لوگ آگے آئے ہیں، جو پکا ہوا کھانا یا اشیاے خوردنی وغیرہ ضرورت مندوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔ ان حضرات کی طرف سے درجِ ذیل سوالات دریافت کیے گئے: (۱) کیا اس مُد میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کی جا سکتی ہے؟ (۲) کیا اُن لوگوں کی مدد کرنے کے لیے ایڈوانس یعنی پیشگی زکوٰۃ نکالی جا سکتی ہے؟ (۳) کیا اِن حالات میں غیر مسلم کو بھی زکوٰۃ کی رقم یا زکوٰۃ کی رقم سے دیگر اشیا خرید کر دی جا سکتی ہیں؟ (۴) کیا اس مصرف میں بینک انٹرسٹ کا استعمال کیا جا سکتا ہے؟

ان سوالوں کے مختصر جوابات تو یہ ہیں کہ (۱) جنھیں راشن یا کھانا وغیرہ دیا جا رہا ہے اگر وہ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے ہیں تو اس کی مدد کے لیے زکوٰۃ کی رقم استعمال کی جا سکتی ہے (۲) اگر اصول وضوابط کا لحاظ رکھتے ہوئے پیشگی زکوٰۃ ادا کی جائے تو اس بھی میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، اس لیے موجودہ حالات میں لوگوں کی مدد کرنے کے لیے ایڈوانس یعنی پیشگی زکوٰۃ نکالی جا سکتی ہے۔ ضرورت پر کام آنے کے باعث اس میں زیادہ ثواب کی توقع بھی کی جا سکتی ہے (۳) اِن حالات میں بھی غیر مسلم کو زکوٰۃ کی رقم یا زکوٰۃ کی رقم سے دیگر اشیا خرید کر دینا درست نہیں ہوگا، صدقاتِ واجبہ اور نافلہ کا الگ الگ حساب اور انتظام ناممکن بھی نہیں، ان دونوں معاملوں کو جدا جدا ہی رکھا جائے۔ غیر مسلموں کی مدد کے لیے بہ وقت ضرورت حیلۂ تملیک سے فایدہ اٹھایا جا سکتا ہے، ورنہ نفلی صدقات سے ان کی بھرپور مدد کی جائے (۴) جنھیں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، انھیں بینک انٹرسٹ بھی دیا جا سکتا ہے۔

آگے تمہید کے بعد مع دلائل مفصل گفتگو ملاحظہ فرمائیں:

# تمہید

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کس قسم کا اسلام بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانا کھلاؤ جس کو جانتے ہو اور جس کو نہ جانتے ہو، اور سلام کرو۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ، أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ ؟ قَالَ: تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ. [بخاری:12، اخرجہ مسلم:39] ایک حدیث میں آیا ہے: مغفرت کو واجب کرنے والی چیز بھوکے مسلمان کو کھانا کھلانا ہے۔ إن من موجبات المغفرة إطعام المسلم السغبان. [کنزالعمال:16372] ایک حدیث میں ہے: بھوکے مسلمان کو کھانا کھلانا رحمت واجب کرنے کا سبب ہے۔ من موجبات المغفرة إطعام المسلم السغبان. [کنزالعمال: 43082] ایک مرسل حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین اعمال میں سے کسی مسلمان کو خوشی دینا، یا اس سے کوئی غم دور کرنا، یا اس کا قرض ادا کرنا، یا بھوکے کو کھانا کھلانا ہے۔ من أحب الأعمال إلى الله تعالى إدخال السرور على المسلم أو أن تفرج عنه غما أو تقضي عنه دينا أو تطعمه من جوع. [کنزالعمال: 16414] ایک حدیث میں بلا امتیازِ مذہب وملت فرمایا گیا: ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے، جو اس کی عیال کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہو۔ الخلق كلهم عيال الله فأحبهم إلى الله أنفعهم لعياله. [کنزالعمال:16056]

اس لیے جو لوگ اس مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کے کام آرہے ہیں، وہ انتہائی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

مولانا ندیم احمد انصاری

# باب (۱)

# انفاق فی سبیل اللّٰہ

اللہ تعالیٰ نے مالی اعتبار سے لوگوں کے مختلف طبقات بنائے ہیں۔بعض نادار و غریب ہیں، جو زکوٰۃ و خیرات کے مستحق ہیں۔بعض ایسے ہیں جن پر خود زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔بعض ایسے اہلِ ثروت ہیں جن پر زکوٰۃ کے علاوہ بھی انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اُس کے بندوں پر خرچ کرنے کا فریضہ عائد ہوتا ہے۔لیکن المیہ یہ ہے کہ فی زمانناً اول تو اکثر لوگ زکوٰۃ ہی صحیح طور پر ادا نہیں کرتے اور جو ادا کرتے ہیں اُن میں سے بہت کم نفل صدقات کا اہتمام کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا کر دینے سے ان کی ذمّے داری پوری ہوگئی۔

## تم اللہ کی راہ میں خرچ کیوں نہیں کرتے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اور تمھارے لیے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، حالاں کہ سب آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔[الحدید:10]

’میراث‘ اصل میں اُس ملکیت کو کہا جاتا ہے جو پچھلے مالک کے انتقال کے بعد اس کے بعد زندہ رہنے والے وارثوں کو ملا کرتی ہے اور یہ مِلک جبری ہوتی ہے۔مرنے والا چاہے یا نہ چاہے‘ جو وارث ہوتا ہے ملکیت اس کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔یہاں حق تعالیٰ کی ملکیت آسمان وزمین کو میراث کے لفظ سے تعبیر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ تم چاہو یا نہ چاہو جس جس چیز کے مالک آج تم سمجھے جاتے ہو وہ، سب بالآخر حق تعالیٰ کی ملکیتِ خاصہ میں منتقل ہو جائے گی۔مراد یہ ہے کہ اگرچہ حقیقی مالک تمام اشیاے عالم کا پہلے بھی حق تعالیٰ ہی تھا،مگر اُس نے اپنے فضل سے کچھ اشیا کی ملکیت تمھارے نام کر دی تھی اور اب وہ ظاہری ملکیت بھی

تمھاری باقی نہیں رہے گی، بلکہ حقیقتاً اور ظاہراً ہر طرح اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہو جائے گی، اس لیے اِس وقت جب کہ تمھیں ظاہری ملکیت حاصل ہے، اگر تم اللہ کے نام پر خرچ کر دو گے تو اس کا بدل تمھیں آخرت میں مل جائے گا، اس طرح گویا اللہ کی راہ میں خرچ کی ہوئی چیز کی ملکیت تمھارے لیے دائمی ہو جائے گی۔[معارف القرآن:8/296]

## اللہ کو راضی کرنے کے لیے خرچ کرنا

ارشادِ ربانی ہے: وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی رضامندی طلب کرنے کے لیے اور اپنے آپ میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں، اُن کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغ کسی ٹیلے پر واقع ہو، اُس پر زور کی بارش برسے تو وہ دُگنا پھل لے کر آئے، اور اگر اس پر زور کی بارش نہ بھی برسے تو ہلکی پھوار بھی اس کے لیے کافی ہے۔ تم جو عمل بھی کرتے ہو اللہ اسے خوب اچھی طرح دیکھتا ہے۔[البقرۃ: 265] آگے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ اے ایمان والو۔ جو کچھ تم نے کمایا ہو اور جو پیداوار ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی ہو، اُس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا کرو اور یہ نیت نہ رکھو کہ بس ایسی خراب قسم کی چیزیں (اللہ کے نام پر) دیا کرو گے جو (تمھیں کوئی دے تو) تم اسے آنکھیں میچے بغیر نہ لے سکو۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں، تعریف کے لائق ہیں۔[البقرۃ:267]

# تین طرح کے ہاتھ

حضرت مالک بن نضلہ سے روایت، رسول ﷺ نے فرمایا: ہاتھ تین قسم کے ہیں:

(۱) ایک ہاتھ تو اللہ کا ہے، جو سب سے بلند ہے (۲) دوسرے صدقہ دینے والے کا ہاتھ ہے، جو اللہ کے ہاتھ سے قریب تر ہے (۳) تیسرے لینے والے کا ہاتھ ہے، جو نیچے ہے۔ پس جو چیز ضرورت سے زائد ہو اس کو صدقے میں دے دو اور اپنے نفس کا کہا نہ مانو۔ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِيهِ مَالِكِ بْنِ نَضْلَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الْأَيْدِي ثَلَاثَةٌ: فَيَدُ اللَّهِ الْعُلْيَا، وَيَدُ الْمُعْطِي الَّتِي تَلِيهَا، وَيَدُ السَّائِلِ السُّفْلَى، فَأَعْطِ الْفَضْلَ وَلَا تَعْجِزْ عَنْ نَفْسِكَ. [ابوداود: 1649، کتاب الزکاۃ، باب: فی الاستعفاف]

# افضل صدقہ

احادیثِ شریفہ سے مستفاد ہے کہ صدقہ وخیرات کرنے میں کچھ تکلیف بھی ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے برداشت کرنا چاہیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ صدقہ جو کم مال والا تکلیف اٹھا کر دے، اور صدقے کی ابتدا اپنے اہل وعیال سے کرے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: جُهْدُ الْمُقِلِّ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ. [ابوداود: 1677، کتاب الزکاۃ، باب: الرخصۃ فی ذلک]

یہی سبب تھا کہ صحابۂ کرام اسی لیے مزدوری کرتے تھے کہ صدقہ کرسکیں۔ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ جب ہم کو صدقے کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی شخص بازار جاتا، بوجھ لادتا اور ایک مُد اناج حاصل کرتا، پھر اس کو

خیرات کرتا۔ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ، انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيبُ الْمُدَّ، وَإِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِائَةَ أَلْفٍ، قَالَ: مَا تَرَاهُ إِلَّا نَفْسَهُ. [بخاری:2273، کتاب الاجارۃ، باب: من اجر نفسہ لیحمل علی ظہرہ،ثم تصدق بہ، اخرجہ مسلم:1018] نیز سعید بن ابی بردہ اپنے والد سے اور ان کے دادا سے اور وہ حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے! لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جس کے پاس مال نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھ سے کام کرے اور خود بھی نفع اٹھائے اور خیرات کرے۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ؟، قَالَ: يَعْمَلُ بِيَدِهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ، الخ. [بخاری:1445، کتاب الزکاۃ، باب: علی کل مسلم صدقۃ، اخرجہ مسلم:1008 بلفظ مختلف]

## روک کر مت رکھو

صحابۂ کرام کا حال یہ تھا کہ وہ اس نیت سے کماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا والے کاموں میں خرچ کرسکیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا بہت کچھ پاس ہونے کے باوجود اس کی رضا کے لیے خرچ نہیں کرتے۔ جو شخص باوجود استطاعت کے ضرورت کے موقعوں پر خرچ نہ کرے، اسے انجام سے ڈرنا چاہیے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس وہی مال ہے جو مجھ کو (میرے شوہر) زبیر رضی اللہ عنہ نے دیا ہے، تو کیا میں اس کو صدقے میں دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صدقہ کرو اور روک کر نہ رکھو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے بھی روک لے گا۔ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ

اللہ عَنۡهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَالِيَ مَالٌ إِلَّا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ، فَأَتَصَدَّقُ؟ قَالَ: تَصَدَّقِي، وَلَا تُوعِي فَيُوعَى عَلَيْكِ. [بخاری:2590، کتاب الھبۃ، باب: ہبۃ المراۃ لغیر زوجہا وعتقہا، اخرجہ مسلم:1029 مطولاً]

## صدقے سے مال گھٹتا نہیں

ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے مال میں سے اس کی رضامندی کے لیے بڑھ چڑھ کر خرچ کریں۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق صدقہ کرنے سے مال گھٹتا نہیں، بلکہ بڑھتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، الخ. [ترمذی: 2029، کتاب البر والصلۃ، باب: ما جاء فی التواضع، مسلم:2588]

## جس وقت مال محبوب ہو، اس وقت خرچ کرے

بعض لوگ زندگی بھر مال و دولت کو سینے سے لگائے رکھتے ہیں اور جب موت کا وقت قریب آ جاتا ہے، اس وقت اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، جب کہ افضل صدقہ وہ ہے جو اُس وقت دیا جائے جب مال محبوب ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری تندرستی کے زمانے میں کیا ہوا صدقہ، جب کہ تمھیں دولت کی حرص ہو، سرمایہ داری کی خواہش ہو، تنگ دستی کا خوف ہو، اس وقت صدقہ دو اور صدقے میں اتنی تاخیر نہ کرو کہ جب جان حلق میں پہنچ جائے تو تم کہو: فلاں شخص کو اس قدر دینا اور فلاں شخص کو اس

قدر دینا، کیوں کہ اب تو وہ فلاں شخص کا ہی ہے یعنی (تمھارے مرنے کے بعد تو وہ) وارث کا ترکہ ہوگا۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ حَرِيصٌ تَأْمُلُ الْغِنَى وَتَخْشَى الْفَقْرَ، وَلَا تُمْهِلْ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ. قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ. [بخاری: 2748، کتاب الوصایا، باب: الصدقۃ عند الموت، اخرجہ مسلم: 1032 بلفظ شحیح]

# میرا مال، میرا مال

حضرت مطرف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ رہے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ابنِ آدم کہتا ہے کہ میرا مال! میرا مال! حالاں کہ تمھارا صرف وہی ہے جو تم نے صدقہ یا خیرات کر کے (اس کا ثواب) جاری رکھا، یا کھا کر فنا کر دیا، یا پہن کر پرانا کر دیا۔عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ [التکاثر: 1]، قَالَ: يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي مَالِي، وَهَلْ لَكَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ أَوْ أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ۔[ترمذی: 2342، کتاب الزہد، باب: ما جاء فی الزہادۃ فی الدنیا، مسلم: 2958، نسائی: 3613]

# قابلِ مبارک باد شخص

لائقِ تحسین اور قابلِ مبارک باد ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال کی دولت کے ساتھ اپنی رضا والے کاموں میں خرچ کرنے کی بھی توفیق دی ہو۔ وہ اس قابل ہے کہ اس پر رشک کیا جائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے؛ میں نے رسول اللہ

ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: دو لوگوں کے سوا کسی شخص پر رِیس کرنا درست نہیں ؛(۱) ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے کتاب (قرآن مجید) دی اور وہ اُٹھ کر اُسے رات کو پڑھتا ہے (۲) دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ دن رات اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہے۔أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ، وَرَجُلٌ أَعْطَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ. [بخاری: 5025، کتاب فضائل القرآن، باب: اغتیاط صاحب القرآن، اخرجہ مسلم:815بذکرالنہار مع الاول]

## خرچ کرنے والے اور کنجوس کی مثال

لیکن بخیل کے لیے اللہ کے راستے میں خرچ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال اُن دو آدمیوں کی طرح ہے جو لوہے کے دو کُرتے چھاتیوں سے ہنسلیوں تک پہنے ہوئے ہوں۔ جو شخص خرچ کرنے والا ہے اُس کے خرچ کرتے ہی وہ کرتا پھیل جاتا ہے یا اس کے سارے جسم پر چھا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کی انگلیاں چھپ جاتی ہیں اور اس کے نشانِ قدم مٹ جاتے ہیں۔ بخیل جب ارادہ کرتا ہے کہ کچھ خرچ کرے تو اس کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر چمٹ جاتا ہے، وہ اُسے کشادہ کرتا ہے، لیکن وہ کشادہ نہیں ہوتا۔ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: مَثَلُ الْبَخِيلِ، وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا، فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا

يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا فَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ۔[بخاری:1443، کتاب الزکاۃ، باب: مثل التصدق والبخیل، اخرجہ مسلم:1021 باختلاف]

## صدقے کی فضیلت

صدقے کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب ٹھنڈا ہوتا ہے اور بُری موت سے حفاظت ہوتی ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصّے کو بجھاتا اور بری موت کو دور کرتا ہے۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ عَنْ مِيتَةِ السُّوءِ.[ترمذی:664، کتاب الزکاۃ، باب: ماجاء فی فضل الصدقۃ]

❑❑❑❑

# باب (۲)

# زکوٰۃ کے مستحق لوگ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡعٰمِلِیۡنَ عَلَیۡہَا وَالۡمُؤَلَّفَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ وَفِی الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِیۡنَ وَفِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ؕ فَرِیۡضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ○ صدقات تو دراصل حق ہے فقیروں کا، مسکینوں کا، اور ان اہل کاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں اور اُن کا جن کی دل داری مقصود ہے، نیز اِنھیں غلاموں کو آزاد کرنے، قرض داروں کے قرضے ادا کرنے، اللہ کے راستے اور مسافروں کی مدد میں خرچ کیا جائے۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی۔[التوبۃ:60]

اس آیت میں بہ اجماعِ صحابہ وتابعین اسی صدقۂ واجبہ کے مصارف کا بیان ہے جو نماز کی طرح مسلمانوں پر فرض ہے(یعنی زکوٰۃ)، کیوں کہ جو مصارف اس آیت میں متعین کیے گئے ہیں وہ صدقاتِ فرض کے مصارف ہیں، نفلی صدقات میں روایات کی تصریحات کی بنا پر بہت وسعت ہے، وہ ان آٹھ مصارف میں منحصر نہیں ہیں۔۔۔اس آیت کو لفظ 'انما' سے شروع کیا گیا ہے۔ یہ لفظ حصر وانحصار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔اس شروع ہی کے کلمے نے بتلا دیا کہ صدقات کے جو مصارف آگے بیان ہو رہے ہیں تمام صدقاتِ واجبہ صرف انھیں میں خرچ ہونے چاہئیں، ان کے علاوہ کسی دوسرے مصرفِ خیر میں صدقاتِ واجبہ صَرف نہیں ہو سکتے۔ جیسے: جہاد کی تیاری، یا بناء مسجد و مدارس یا دوسرے رفاہِ عام کے ادارے۔ یہ سب چیزیں بھی اگرچہ ضروری ہیں اور اِن میں خرچ کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے، مگر صدقاتِ فرض جن کی مقداریں متعین کر دی گئی ہیں، اُن کو اِن میں نہیں لگایا جا سکتا۔

# زکوٰۃ کے آٹھ مصارف

اب ان آٹھ مصارف کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

﴿۱، ۲﴾ ان میں پہلا مصرف فقرا ہیں، دوسرا مساکین۔ فقیر اور مسکین کے اصلی معنی میں اگرچہ اختلاف ہے؛ ایک کے معنی ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو، دوسرے کے معنی ہیں جس کے پاس نصاب سے کم ہو۔ لیکن حکمِ زکوۃ میں دونوں یکساں ہیں، اختلاف نہیں ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اس کی ضروریاتِ اصلیہ سے زائد بہ قدر نصاب مال نہ ہو، اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور اس کے لیے زکوۃ لینا بھی جائز ہے۔ ضروریات میں رہنے کا مکان، استعمالی برتن اور کپڑے اور فرنیچر وغیرہ سب داخل ہیں۔ نصاب یعنی سونا ساڑھے سات تولہ یا چاندی ساڑھے باون تولہ یا اس کی قیمت جس کے پاس ہو اور وہ قرض دار بھی نہ ہو، نہ اس کو زکوۃ لینا جائز ہے نہ دینا (یعنی نہ وہ کسی سے زکوٰۃ لے، اور نہ اُس کو کوئی زکوٰۃ دے)۔ اسی طرح وہ شخص جس کے پاس کچھ چاندی یا کچھ پیسے نقد ہیں اور تھوڑا سا سونا ہے، تو سب کی قیمت لگا کر اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو وہ بھی صاحبِ نصاب ہے، اس کو زکوۃ دینا اور لینا جائز نہیں۔ اور جو شخص صاحبِ نصاب نہیں مگر تندرست، قوی اور کمانے کے قابل ہے اور ایک دن کا گذارہ اس کے پاس موجود ہے، اس کو اگرچہ زکوٰۃ دینا جائز ہے مگر یہ جائز نہیں کہ وہ لوگوں سے سوال کرتا پھرے۔ (نیز) فقیر اور مسکین کے دونوں مصرفوں میں یہ بات قدرِ مشترک ہے کہ جس کو مالِ زکوۃ دیا جائے وہ مسلمان ہو اور حاجاتِ اصلیہ سے زائد بہ قدر نصاب مال کا مالک نہ ہو، اگرچہ عام صدقات غیر مسلموں کو بھی دیے جاسکتے ہیں۔ رسولِ کریم ﷺ کا ارشاد ہے: تصدقوا علی اھل

الادیان کلھا یعنی ہر مذہب والے پر صدقہ کرو۔ لیکن صدقۂ زکوۃ کے بارے میں رسولِ کریم ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن بھیجنے کے وقت یہ ہدایت فرمائی تھی کہ مالِ زکوۃ صرف مسلمانوں کے اغنیا سے لیا جائے اور اُنھی کے فُقرا پر صَرف کیا جائے۔ اس لیے مالِ زکوۃ کو صرف مسلم فقرا و مساکین ہی پر صرف کیا جاسکتا ہے، زکوۃ کے علاوہ دوسرے صدقات یہاں تک کہ صدقۂ الفطر بھی غیر مسلم فقیر کو دینا جائز ہے۔

﴿۳﴾ تیسرا مصرف اَلْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا: یہاں عاملین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلامی حکومت کی طرف سے صدقات، زکوۃ وعشر وغیرہ لوگوں سے وصول کر کے بیت المال میں جمع کرنے کی خدمت پر مامور ہوتے ہیں۔ یہ لوگ چوں کہ اپنے تمام اوقات اس خدمت میں خرچ کرتے ہیں اس لیے اُن کی ضروریات کی ذمّے داری اسلامی حکومت پر عائد ہے۔۔۔ آج کل جو اسلامی مدارس اور انجمنوں کے مہتمم یا ان کی طرف سے بھیجے ہوئے سفیر صدقات زکوٰۃ وغیرہ مدارس اور انجمنوں کے لیے وصول کرتے ہیں، ان کا وہ حکم نہیں جو عاملینِ صدقہ کا اس آیت میں مذکور ہے کہ زکوٰۃ کی رقم میں سے ان کی تن خواہ دی جاسکے، بلکہ اُن کو مدارس اور انجمن کی طرف سے جداگانہ تن خواہ دینا ضروری ہے۔ زکوٰۃ کی رقم سے ان کی تن خواہ نہیں دی جاسکتی۔ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ فُقرا کے وکیل نہیں، بلکہ اصحابِ زکوٰۃ مال داروں کے وکیل ہیں۔

﴿۴﴾ چوتھا مصرف مؤلّفة القلوب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دل جوئی کے لیے اُن کو صدقات دیے جاتے تھے۔۔۔ محققین، محدثین وفقہا کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ مولفۃ القلوب کا حصہ کسی کافر کو کسی وقت بھی نہیں دیا گیا، نہ رسولِ کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اور نہ خلفاے راشدین کے زمانے میں۔ اور جن غیر مسلموں کو دینا ثابت ہے، وہ مُدصدقات وزکوٰۃ سے نہیں، بلکہ خمس غنیمت میں سے دیا گیا ہے، جس میں سے ہر حاجت مند مسلم وغیر مسلم کو دیا جاسکتا ہے۔

﴿۵﴾ پانچواں مصرف وَفِي الرِّقَابِ ہے: اس میں فقہا کا اختلاف ہے کہ رقاب سے مراد اس آیت میں کیا ہے؟ جمہور فقہا ومحدثین اس پر ہیں کہ اس سے مراد وہ غلام ہیں جن کے آقاؤں نے کوئی مقدار مال کی متعین کرکے کہہ دیا ہے کہ اِتنا مال کما کر ہمیں دے دو تو تم آزاد ہو، جس کو قرآن وسنت کی اصطلاح میں مُکاتب کہا جاتا ہے۔ ایسے شخص کو آقا اِس کی اجازت دے دیتا ہے کہ وہ تجارت یا مزدوری کے ذریعے مال کمائے اور آقا کو لا کر دے۔ آیتِ مذکورہ میں رقاب سے مراد یہ ہے کہ اُس شخص کو رقمِ زکوۃ میں سے حصہ دے کر اُس کی گلوخلاصی میں امداد کی جائے۔

﴿۶﴾ چھٹا مصرف الْغٰرِمِيْنَ ہے، جس کے معنی مدیون یعنی قرض دار کے ہیں۔۔۔غلام کی گلوخلاصی کے لیے یا قرض دار کو اداے قرض کے لیے (زکوٰۃ) دینا عام فقرا ومساکین کو دینے سے زیادہ افضل ہے، شرط یہ ہے کہ اس قرض دار کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے وہ قرض ادا کرسکے، کیوں کہ غارم لغت میں ایسے ہی قرض دار کو کہا جاتا ہے۔

﴿۷﴾ ساتواں مصرف فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ہے، یہاں پھر حرف فِي کا اعادہ کیا گیا۔ اس اعادے سے اس طرف اشارہ کرنا منظور ہے کہ یہ مصرف پہلے سب مصارف سے افضل اور بہتر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس میں دو فایدے ہیں؛ ایک تو غریب مفلس کی امداد، دوسرے ایک دینی خدمت میں اعانت۔ کیوں کہ فی سبیل اللہ سے مراد وہ غازی اور مجاہد ہے جس کے پاس

اسلحہ اور جنگ کا ضروری سامان خریدنے کے لیے مال نہ ہو۔ یا وہ شخص جس کے ذمّے حج فرض ہو چکا ہو مگر اس کے پاس اب مال نہیں رہا، جس سے وہ حج فرض ادا کرے۔ یہ دونوں کام خالص دینی خدمت اور عبادت ہیں، اس لیے مالِ زکوۃ کو ان پر خرچ کرنے میں ایک مفلس کی امداد بھی ہے اور ایک عبادت کی ادائیگی میں تعاون بھی۔ اسی طرح حضراتِ فقہا نے طالبِ علموں کو بھی اس میں شامل کیا ہے کہ وہ بھی ایک عبادت کی ادائیگی کے لیے لیتے ہیں۔۔۔جن حضراتِ فقہا نے طالبِ علموں یا دوسرے نیک کام کرنے والوں کو اس میں شامل کیا ہے، تو اس شرط کے ساتھ کیا ہے کہ وہ فقیر و حاجت مند ہوں، اور یہ ظاہر ہے کہ فقیر و حاجت مند تو خود ہی مصرفِ زکوۃ میں سب سے پہلا مصرف ہیں، ان کو فی سبیل اللہ کے مفہوم میں شامل نہ کیا جاتا جب بھی وہ مستحقِ زکوۃ تھے، لیکن ائمہ اربعہ اور فقہاے امت میں سے یہ کسی نے نہیں کہا کہ رفاہِ عام کے اداروں اور مساجد و مدارس کی تعمیر اور اُن کی جملہ ضروریات مصرفِ زکوۃ میں داخل ہیں، بلکہ اِس کے خلاف اِس کی تصریحات فرمائی ہیں کہ مالِ زکوۃ اِن چیزوں میں صَرف کرنا جائز نہیں۔

﴿۸﴾ آٹھواں مصرف ابنِ السَّبِیْلِ ہے۔ سبیل کے معنی راستہ، اور ابن کا لفظ اصل میں تو بیٹے کے لیے بولا جاتا ہے، لیکن عربی محاورات میں ابن اور اب اور اخ وغیرہ کے الفاظ اُن چیزوں کے لیے بھی بولے جاتے ہیں، جن کا گہرا تعلق کسی سے ہو۔ اِسی محاورے کے مطابق ابنِ السَّبِیْلِ راہ گیر و مسافر کو کہا جاتا ہے، کیوں کہ اُن کا گہرا تعلق راستہ قطع کرنے اور منزلِ مقصود پر پہنچنے سے ہے۔ اور مصارفِ زکوۃ میں اِس سے مراد وہ مسافر ہے جس کے پاس سفر میں بہ قدرِ ضرورت مال نہ ہو، اگرچہ اس کے وطن میں اس کے پاس کتنا ہی

مال ہو۔ ایسے مسافر کو مالِ زکوۃ دیا جاسکتا ہے، جس سے وہ اپنے سفر کی ضروریات پوری کرلے اور وطن واپس جاسکے۔[ماخوذ از معارف القرآن:4/396-409 ملخصاً]

## تملیک کا مسئلہ

جمہور فقہا اس پر متفق ہیں کہ زکوٰۃ کے معینہ آٹھ مصارف میں بھی زکوٰۃ کی ادایگی کے لیے یہ شرط ہے کہ اِن مصارف میں سے کسی مستحق کو مالِ زکوۃ پر مالکانہ قبضہ دے دیا جائے، بغیر مالکانہ قبضہ دیے اگر کوئی مال اِنھی لوگوں کے فایدے کے لیے خرچ کر دیا گیا تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ اسی وجہ سے ائمۂ اربعہ اور جمہور فقہاے امت اس پر متفق ہیں کہ رقمِ زکوۃ کو مساجد یا مدارس یا شفا خانے، یتیم خانے کی تعمیر میں یا اُن کی دوسری ضروریات میں صَرف کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ اِن تمام چیزوں سے فایدہ اُن فقرا اور دوسرے حضرات کو پہنچتا ہے جو مصرفِ زکوۃ ہیں، مگر ان کا مالکانہ قبضہ اِن چیزوں پر نہ ہونے کے سبب زکوۃ اس سے ادا نہیں ہوتی۔ البتہ یتیم خانوں میں اگر یتیموں کا کھانا، کپڑا وغیرہ مالکانہ حیثیت سے دیا جاتا ہے تو صرف اس خرچ کی حد تک رقمِ زکوۃ صَرف ہوسکتی ہے۔ اسی طرح شفا خانوں میں جو دوا حاجت مند غربا کو مالکانہ حیثیت سے دے دی جائے، اس کی قیمت رقمِ زکوۃ میں محسوب ہوسکتی ہے۔۔۔ اِن مسائل میں چاروں ائمۂ مجتہدین؛ ابوحنیفہ، شافعی، مالک، احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور جمہور فقہاے امت متفق ہیں۔

شمس الائمہ سرخسیؒ نے اس مسئلے کو امام محمد کی کتابوں کی 'شرح مبسوط' اور 'شرح سیر' میں پوری تحقیق اور تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اور فقہاے شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ کی عام کتابوں میں اس کی تصریحات موجود ہیں۔ ملک العلما نے 'بدائع' میں ادایگیِ زکوۃ کے لیے شرطِ

تملیک کی یہ دلیل دی ہے کہ قرآن میں عموماً زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کا لفظ ایتاء کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے: اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ ، وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ، اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ ، وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ، وغیرہ۔ اور لفظ ایتاء لغت میں عطا کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

امام راغب اصفہانی نے 'مفردات القرآن' میں فرمایا: والایتاء الاعطاء وخص وضع الصدقة فی القران بالایتاء، یعنی ایتاء کے معنی عطا فرمانے کے ہیں، اور قرآن میں صدقۂ واجبہ ادا کرنے کو ایتاء کے لفظ کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی کو کوئی چیز عطا کرنے کا مفہومِ حقیقی یہی ہے کہ اُس کو اُس چیز کا مالک بنادیا جائے۔ اور علاوہ زکوٰۃ وصدقات کے بھی لفظ ایتاء قرآنِ کریم میں مالک بنادینے ہی کے لیے استعمال ہوا ہے، مثلاً: (آیت) وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ صَدُقٰتِهِنَّ یعنی دے دو عورتوں کو اُن کے مہر۔ ظاہر ہے مہر کی ادائیگی جب ہی تسلیم ہوتی ہے جب رقمِ مہر پر عورت کو مالکانہ قبضہ دے دے۔ دوسرے یہ کہ قرآنِ کریم میں زکوٰۃ کو صدقہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاۗءِ، اور صدقے کے معنی حقیقی یہی ہیں کہ کسی فقیر حاجت مند کو اُس کا مالک بنادیا جائے۔ [ماخوذ از معارف القرآن: 4/409-411]

## تملیک کا حیلہ

حیلۂ تملیک کا مسئلہ یہ ہے کہ بہ وقت ضرورت کسی مستحقِ زکوٰۃ سے ضرورت کا ذکر کیا جائے اور وہ اجر وثواب کا جذبہ رکھتا ہو، جس کے پیشِ نظر وہ اپنی ملکیت کو اس ضرورت میں خرچ کرنے کے لیے راضی ہوجائے تو اس کے پیشِ نظر اُس کو زکوٰۃ کی رقم دے دی جائے

اور پھر وہ بغیر کسی دباؤ کے، اپنی مرضی سے اس ضرورت میں صَرف کردے، تو اس کی گنجائش ہے۔ دباؤ نہ ہونے کا اصل مطلب یہ ہے کہ اگر خدا نہ خواستہ وہ شخص رقمِ زکوٰۃ لے کر اپنی ضرورت میں صَرف کرلے تو اس کو بھی برداشت کیا جائے۔ اس کی اصل صحیحین میں وارد حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا جو بریرہ کو صدقے میں دیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ. [بخاری:1495،کتاب الزکاۃ، باب: اذا تحولت الصدقۃ، اخرجہ مسلم:1074 بلفظ احدت]

فتاویٰ عالمگیری اور شامی میں ہے: اَلْحِيْلَةُ لَہ أن يَتَصَدَّقَ بِمِقْدَارِ زکاتِہ علیٰ فَقِيْرٍ ثُمَّ یأمرہ بعدَ ذلک بالصرف الٰی ھٰذہ الوُجوہِ، فیکونُ لِلْمُتَصَدِّقِ ثوابُ الصدَقَۃِ ولذَلِکَ الْفقیرِ ثوابُ بناءِ المسجدِ والقنطرۃِ۔ حیلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی مقدار کسی فقیر پر صرف کرے، پھر اُسے اِن وجوہ پر خرچ کرنے کو کہے۔ اس طرح صدقہ کرنے والے کو صدقے کا ثواب اور اس فقیر کو تعمیرِ مسجد اور تعمیرِ پُل وغیرہ کا ثواب حاصل ہوجائے گا۔

[ہندیہ:6/392،قدیم،شامی:3/191،زکریا دیوبند]

❑❑❑❑

# باب (۳)
# پیشگی یعنی ایڈوانس زکوٰۃ

صاحبِ نصاب ہوجانے سے زکوٰۃ کا نفسِ وجوب آجاتا ہے اور حولانِ حول یعنی ایک سال پورا ہونے کے بعد وجوبِ ادا یعنی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ اگر کوئی وجوبِ ادا سے پہلے زکوٰۃ ادا کرے، تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی بعد میں ادا کرنا ضروری نہیں۔ (ولو عجل ذو نصاب زكاته' (لسنين او لنصب صح) لوجود السبب (درمختار) (قوله لوجود السبب) اى سب الوجوب وهو ملك النصاب النامى فيجوز التعجيل لسنة او اكثر الخ۔ (درمختار مع الشامی:2/36) (مراقی الفلاح مع طحطاوی:415) [فتاویٰ رحیمیہ جدید:7/144،دارالاشاعت،کراچی]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی کریم ﷺ سے سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اُنھیں اس کی اجازت مرحمت فرمادی۔ عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فِي تَعْجِيلِ صَدَقَتِهِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ، فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذَلِكَ، قَالَ مَرَّةً: فَأَذِنَ لَهُ فِي ذَلِكَ. [ابو داود:1624، کتاب الزکاۃ، باب: فی تعجیل الزکاۃ، ترمذی:678، ابن ماجہ:1795] اور ترمذی شریف میں ہے: حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہم عباس سے گذشتہ سال اِس سال کی بھی زکوٰۃ لے چکے ہیں۔ عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعُمَرَ: إِنَّا قَدْ أَخَذْنَا زَكَاةَ الْعَبَّاسِ عَامَ الْأَوَّلِ لِلْعَامِ. [ترمذی:679، کتاب الزکاۃ، باب: ماجاء فی تعجیل الزکاۃ]

امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں: اہلِ علم کا وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی میں اختلاف ہے۔ اہلِ علم کی ایک جماعت کہتی ہے کہ زکوٰۃ وقت سے پہلے ادا نہ کی جائے۔ سفیان ثوریؒ کا بھی یہی قول ہے کہ میرے نزدیک اس میں جلدی بہتر نہیں، لیکن اکثر اہلِ علم کے نزدیک وقت سے پہلے زکوۃ ادا کرنے سے زکوۃ ادا ہوجاتی ہے۔ امام

شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي تَعْجِيلِ الزَّكَاةِ قَبْلَ مَحِلِّهَا، فَرَأَى طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ لَا يُعَجِّلَهَا، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، قَالَ: أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ لَا يُعَجِّلَهَا، وقَالَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِنْ عَجَّلَهَا قَبْلَ مَحِلِّهَا أَجْزَأَتْ عَنْهُ، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاق. [ترمذی:679]

امام مالکؒ نے پیشگی زکوٰۃ دینے سے اختلاف کیا ہے،لیکن احناف نے حضرت عباس والی حدیث کو جواز میں پیش کیا ہے۔جیسا کہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دوسال کی زکوٰۃ پیشگی لی تھی اور حضرت نبی کریم ﷺ کے فعل کا کم از کم درجہ جواز کا ہے۔وَلَنَا مَا رُوِيَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَسْلَفَ مِنْ الْعَبَّاسِ زَكَاةَ سَنَتَيْنِ وَأَدْنَى دَرَجَاتِ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ الْجَوَازُ.[بدائع الصنائع:2/486،دارالکتب العلمیۃ،بیروت]

علامہ ابن تیمیہؒ کا ارشاد ہے زکوٰۃ کی پیشگی ادائیگی جمہور کے نزدیک جائز ہے۔وہ لکھتے ہیں: زکاۃ واجب ہونے کے اسباب پائے جانے کے بعد زکوٰۃ کی پیشگی ادائیگی جمہور اہلِ علم کے ہاں جائز ہے۔ان اہلِ علم میں ابوحنیفہ، شافعی، اور احمد شامل ہیں۔چناں چہ مویشیوں،سونے چاندی، اور سامانِ تجارت وغیرہ کی زکاۃ وقت سے پہلے ادا کی جاسکتی ہے، بہ شرط یہ کہ نصاب مکمل ہو۔تعجيل الزكاة قبل وجوبها بعد سبب الوجوب: فيجوز عند جمهور العلماء، كأبي حنيفة، والشافعي، وأحمد، فيجوز تعجيل زكاة الماشية، والنقدين، وعروض التجارة ، إذا ملك النصاب.[فقه الكتاب والسنة و رفع الحرج عن الامة:201،دارالکتب العلمیۃ،بیروت]

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی شخص پہلے سے صاحبِ نصاب ہے تو اسے پیشگی زکوۃ ادا کرنا جائز ہے۔ اسے چاہیے کہ جو کچھ زکوٰۃ میں دیتا رہے اس کا باقاعدہ حساب رکھے اور جب زکوۃ کا سال پورا ہو، اس دن اپنے کُل مالِ زکوٰۃ کا حساب لگا کر دیکھ لے کہ اس پر کتنی زکوٰۃ واجب ہے۔ پھر جتنی زکوٰۃ واجب ہو، اس میں سے پہلے ادا شدہ زکوٰۃ کی رقم کو نکال دے اور جتنی رقم باقی رہ جائے، وہ زکوٰۃ میں ادا کر دے۔ اگر پہلے ادا کی گئی رقم واجب شدہ زکوٰۃ سے زیادہ ہو جائے تو اسے اگلے سال کی زکوٰۃ میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے، اور چاہے تو اسے نفل صدقہ سمجھ کر چھوڑ دے۔ اگر خدانہ خواستہ کوئی آدمی نصاب پر سال گذرنے سے پہلے ہی پیشگی زکوٰۃ دے چکا ہو، لیکن سال پورا ہونے پر نصاب باقی نہ رہے، تو یہ پیشگی زکوٰۃ نفلی صدقہ سمجھی جائے گی۔

اگر کسی شخص نے پیشگی زکات دے دی تو زکات ادا ہوگئی اور جن فقرا اور مستحقینِ زکاۃ کو دی ہے، وہ اُس کے مالک ہو گئے۔ اب اگر سال مکمل ہونے پر مالِ زکاۃ گھٹ گیا تو جو مقدار زکاۃ کی زائد ادا کر چکا ہے، اس کی واپسی کا فقیر سے مطالبہ جائز نہیں، نہ فقیر پر لوٹانا واجب ہے۔ البتہ زکاۃ کی زائد دی ہوئی رقم اگلے سال واجب شدہ زکاۃ میں محسوب کر سکتے ہیں اور اگر مال میں اضافہ ہو گیا ہے تو جتنا اضافہ ہوا ہے، اس کی مزید زکاۃ ادا کرنی پڑے گی۔ [مستفاد از فتاوی محمودیہ: 9/476، مکتبہ دار المعارف دیوبند]

وأما حولان الحول فليس من شرائط جواز أداء الزكاة عند عامة العلماء، وعند مالك من شرائط الجواز فيجوز تعجيل الزكاة عند عامة العلماء۔[بدائع الصنائع: 2/486، دار الکتب العلمیۃ، بیروت] يجوز تعجيل الزكاة بعد ملك النصاب، لأنه

عجل بعد وجوب السبب، وهو ملک النصاب ۔۔۔ ولایجوز التعجیل علی ملک النصاب لفقد السبب أصلاً ۔[الفتاوی الولوالجیة : 1/193 ] و یجوز تعجیل الزکاة قبل الحول إذا ملك نصاباً عندنا؛ لأنه أدی بعد وجود سبب الوجوب؛ لأن سبب الوجوب نصاب نام؛ فإن نظرنا إلی النصاب فالنصاب قد وجد؛ وإن نظرنا إلی النماء فقد وجد أیضاً؛ لأن العبرة لسبب النماء وهو الإسامة أو التجارة لا لنفس النماء، وقد وجد سبب النماء۔ بخلاف ما إذا عجل قبل کمال النصاب؛ لأنه أدی قبل وجود سبب الوجوب، وإذا عجل زکاة سنتین، یجوز عن علمائنا الثلاثة۔[المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی:2/267، دارالکتب العلمیة ،بیروت ]

❑❑❑❑

# باب (۴)
# بینک انٹرسٹ کا مصرف

علما کی تصریحات کے مطابق اصل تو یہ ہے کہ چوں کہ بینک کے اکثر معاملات سودی ہوتے ہیں اس لیے بغیر کسی مجبوری کے بینک میں رقم جمع کرانا ہی جائز نہیں ہے۔ [احسن الفتاویٰ:7/15-16، ایم ایچ سعید، کراچی] البتہ مجبوری کی صورت مثلاً گھر میں روپیوں کا محفوظ رہنا مشکل ہو، یا چوری یا ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہوتو بینک میں رقم جمع کرانے کی گنجائش ہے۔ [فتاویٰ محمودیہ:16/312، جامعہ فاروقیہ، کراچی] لیکن بینک اور ڈاک خانے سے ملنے والی سودی رقم شرعاً حرام ہے اور اُسے فقرا پر تقسیم کرنا ضروری ہے۔ ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں اس کا یہی حکم ہے، علماے محققین کا متفقہ موقف یہی ہے۔ [امداد الفتاوی: 3/157، دار العلوم، کراچی] اگر کسی نے اپنی رقم کی حفاظت کے لیے بینک کے کھاتے میں رقم جمع کی، جس پر اسے لازمی سود ملا تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ سودی رقم کسی ضرورت مند فقیر کو دے دے۔ [فتاویٰ محمودیہ:16/382-383، جامعہ فاروقیہ، کراچی]

لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه۔ [شامی: 9/553، کتاب الحظر والاباحۃ، باب: الاستبراء، فصل: فی البیع، زکریا] صرح الفقہاء بأن من اکتسب مالاً بغیر حق، فإما أن یکون کسبه بعقد فاسد، کالبیوع الفاسدة والاستئجار علی المعاصي والطاعات، أو بغیر عقد، کالسرقة والغصب والخیانة والغلول، ففي جمیع الأحوال المال الحاصل له حرام علیه، ولکن إن أخذه من غیر عقد ولم یملکه یجب علیه أن یرده علی مالکه إن وجد المالک، وإلاَّ ففي جمیع الصور یجب علیه أن یتصدق بمثل تلک الأموال علی الفقراء۔ [بذل المجهود: 1/147، دار الکتب العلمیة، بیروت]

حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ (بینک انٹرسٹ) مسلمان محتاج کو دینا اور مسلمان قرض دار کے قرضے میں دینا اور غیر مسلم محتاج کو دینا جائز ہے۔ [کفایت المفتی:7/70 دارالاشاعت،کراچی،قدیم] لیکن حضرت مفتی سید عبدالرحیم لاجپوریؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا بینک کی سودی رقم غریب مسلمانوں کے ہوتے ہوئے غیر مسلم کو دینا جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا: دے سکتے ہیں مگر بہتر نہیں ہے، حاجت مند مسلمانوں کا حق مارنے کے مثل ہے۔[فتاویٰ رحیمیہ جدید:7/180،دارالاشاعت،کراچی]

بعض حضرات نے اس رقم کو صدقاتِ واجبہ کے علاوہ رفاہِ عام کے کاموں پر بھی خرچ کرنے کی اجازت دی ہے۔فقہ اکیڈمی، انڈیا کے دوسرے فقہی سمینار(1989ء) کے فیصلوں میں درج ہے:

- ❑ بینک کے سود کی رقم کو بلانیتِ ثواب فُقرا ومساکین پر خرچ کردیا جائے،اس پر تمام ارکان کا اتفاق ہے۔
- ❑ سود کی رقم کو مساجد اور اس کے متعلقات پر خرچ نہیں کیا جاسکتا۔
- ❑ اکثر شرکاے سمینار کی یہ رائے ہے کہ اس رقم کو صدقاتِ واجبہ کے مصارف کے علاوہ رفاہِ عام کے کاموں پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔بعض حضرات کی رائے میں اس کے مصرف کو فُقرا و مساکین تک محدود رکھنا چاہیے۔[ دیکھیے نئے مسائل اور علماء ہند کے فیصلے: 129،ایفا پبلکیشنز،دہلی]

ناگزیر حالات میں اس اختلاف سے فایدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

# ایک اہم مسئلہ

اگر کسی نے اپنی رقم کی حفاظت کے لیے بینک کے کھاتے میں رقم جمع کی، جس پر اسے لازمی سود ملا، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ سودی رقم کسی ضرورت مند فقیر کو دے دے، لیکن جب تک کھاتے میں یہ سودی رقم بینک کی طرف سے منتقل نہ ہو اس سے قبل اپنی جمع شدہ رقم سے سود کی نیت سے رقم منہا کرنا کافی نہیں ہوگا، کیوں کہ اب تک اس میں سودی رقم شامل ہی نہیں ہوئی، البتہ جب کھاتے میں سودی رقم آ جائے تو اسی کے بہ قدر رقم نکال کر الگ کرنے سے بقیہ جمع شدہ رقم سود سے محفوظ قرار پائے گی، اور اس صورت میں سود کی نیت سے جو رقم نکالی جائے، وہ اپنی ذات پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ غریب محتاج پر بلا نیتِ ثواب صرف کرنا درست ہے۔[ماخوذ از فتاویٰ محمودیہ:16/382-383] یعنی جب تک بینک میں جمع شدہ سودی رقم الگ کرنے کے بعد کھاتے دار کے قبضے اور تصرف میں نہ آجائے، اس وقت تک اس سودی رقم کا تصدق واجب نہیں، لہٰذا واجب سے پہلے اس کی طرف سے دوسری رقم بدل کر خرچ کر دینے سے بعد میں واجب ہونے والے تصدق کی تلافی ہرگز نہیں ہو سکتی، اس لیے جب بھی سودی رقم ملے گی اس کو بلا نیتِ ثواب فقرا پر صرف کرنا لازم ہوگا۔[ایضاح المسائل:159]

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

**العبد ندیم احمد انصاری عفی عنہ**

خادم الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

۳۰/ مارچ ۲۰۲۰ء، بوقت ظہر

❑❑❑❑

## مولانا ندیم احمد انصاری کی دینی، علمی، ادبی کاوشیں

